محمد احمد حافظ

تیل پر تیلیوں کی جنگ

دنیا میں اس وقت تیل پیدا کرنے والے دس بڑے ممالک ہیں۔ جن میں امریکہ، روس، سعودی عرب، عراق، چین، ناروے، وینزویلا سرفہرست ہیں، چونکہ صنعت وحرفت کی ترقی کی وجہ سے تیل کی مانگ میں بے پناہ اضافہ ہورہا ہے۔ اس لیے بڑے ممالک تیل کے چشموں پر قبضہ کرکے سونے سے زیادہ قیمتی دولت کو ہتھیا کر اپنے قبضے میں لینا چاہتے ہیں۔ امریکہ جہاں اس وقت بقول پروفیسر شمیم اختر صاحب کے "تیلی خاندان کی حکومت" ہے، اس کھیل میں سب سے آگے ہے، گوکہ دنیا میں امریکہ سب سے زیادہ تیل پیدا کرنے والا ملک ہے مگر اتنے بڑے ملک میں کھپت کے حساب سے اس کے لیے تیل کم پڑ جاتا ہے، دوسرا یہ بھی کہ گیارہ ستمبر کے بعد سے اس کی معیشت روبہ زوال ہے۔ چنانچہ وہ اپنی معیشت کو سہارا دینے کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہا ہے۔ خوش قسمتی سے تیل کے بڑے ذخائر مسلم علاقوں میں ہیں، مثلاً سعودی عرب، قطر، عرب امارات، عراق، ایران، لیبیا، سوڈان، نائیجیریا، وسطی ایشیاء کی مسلم ریاستیں مگر بدقسمتی یہ ہے کہ اتنی قیمتی دولت پر مسلمان ملکوں کا کوئی اختیار نہیں۔ امریکہ خلیج عرب کے تیل پر تو پہلے ہی قبضہ کرکے بیٹھا ہے، وہاں تیل نکال رہا ہے، اس تیل کی قیمت بھی وہ من چاہی ادا کررہا ہے، بعض باخبر حلقوں کا کہنا ہے کہ عرب ممالک کے کنوؤں سے تیل آئندہ چند سالوں میں کسی وقت ختم ہوسکتا ہے۔ اس لیے امریکہ کو اس بات کی فکر ہے کہ وہ تیل کے نئے ذخائر پر قبضہ کرے تاکہ اس کے ہاں قائم فیکٹریوں کی چمنیوں سے دھواں اٹھتا رہے اور سڑکوں پر گاڑیوں کی تیز رفتاری برقرار رہے۔ افغانستان پر امریکہ کا حملہ اسی تناظر میں تھا، وہ وسطی ایشیاء میں تیل کے ذخائر تک پہنچنا چاہتا ہے۔ عملاً اس وقت جو صورت حال ہے وہ یہ ہے کہ دنیا میں تیل کے بڑے ذخائر پر قبضے کے لیے امریکہ سرگرم ہے جبکہ چھوٹے ذخائر پر (مثلاً سوڈان، چاڈ، نائیجیریا وغیرہ میں) یورپی یونین کے بعض ممالک اور تیل کی عالمی کمپنیاں قبضہ کرنا چاہتی ہیں۔ امریکہ اس وقت وسطی ایشیاء اور عراق کے تیل پر قبضے کی جنگ لڑ رہا ہے۔ اس کی معاونت دنیا کی بڑی تیل کمپنیاں بھی کررہی ہی، یوں تو افغانستان کی افادی حیثیت یہ ہے کہ وہ جغرافیائی طور پر اس راستے پر واقع ہے جہاں سے تیل کی پائپ لائن بچھائی جاسکتی ہے۔ یہ امتیازی اور افادی حیثیت بالکل اسی طرح ہے جس طرح مشرق وسطیٰ کے تیل کے برآمدی راستے پر مصر کو اہمیت حاصل ہے۔ امریکہ اور دنیا کی بڑی بڑی تیل کمپنیوں کا یہ دیرینہ خواب ہے کہ وسط ایشیاء کا تیل اور گیس کم سے کم لاگت اور سرعت کے ساتھ برآمد کیا جاسکے اور یہ خواب افغانستان کے راستے

پاکستان کی بندرگاہ کے ذریعے شرمندۂ تعبیر ہوسکتا ہے۔ طالبان کے منظر عام پر آنے کے زمانے میں وسط ایشیاء کے تیل اور گیس کے لیے سینٹ گیس کے نام سے سات کمپنیوں پر مشتمل ایک کنسورشیم قائم کیا گیا تھا، جس میں امریکہ کا یونوکیل تیل کمپنی کی قیادت میں چھ بڑی تیل کمپنیاں اور ترکمانستان کی حکومت شامل تھی۔ اس کنسورشیم کا منصوبہ ترکمانستان کے صنعتی شہر دولت آباد سے سات سو نوے میل لمبی گیس کی پائپ لائن بچھانے کا تھا جو افغانستان میں مغربی شہر ہرات اور قندھار سے ہوتی ہوئی پہلے پاکستان میں ملتان تک جاتی، اس منصوبے میں پائپ لائن کی ہندوستان میں دہلی تک اور کراچی کی بندرگاہ تک توسیع بھی شامل تھی، اس منصوبے پر لاگت کا اندازہ ایک ارب نوے کروڑ ڈالر کا تھا۔ اسی کے ساتھ قازقستان اور ازبکستان سے تیل کی نکاسی اور ترسیل بھی اس منصوبہ کا حصہ تھا۔ امریکہ کے موجودہ نائب صدر ڈک چینی نے ۱۹۹۸ء میں جب وہ ایک بڑی تیل کمپنی کا چیف ایگزیکٹو تھا، کہتا تھا کہ ''اس کے خیال میں دنیا کا کوئی علاقہ نہیں جو کیسپین کی طرح اچانک فوجی اہمیت کے علاقے کی صورت میں ابھرا ہو لیکن وہاں سے نکلنے والے تیل اور گیس کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔ جب تک یہ دولت برآمد نہ ہو سکے، واحد راستہ جو سیاسی اور اقتصادی طور پر دستیاب ہے، وہ افغانستان ہے''۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ کیسپین اور وسط ایشیاء کے دوسرے ملکوں کے تیل اور گیس کی برآمد کے لیے افغانستان سے بہتر کوئی اور راستہ نہیں ہے۔ اگر اس تیل اور گیس کی ترسیل روس یا آذربائیجان کے راستے ہوتی ہے تو اس کی بدولت وسطی ایشیاء پر روس کے سیاسی اور اقتصادی اثر میں اضافہ ہوگا اور ظاہر ہے امریکہ اور مغربی ممالک یہ نہیں چاہیں گے اور نہ یہ ممالک چاہیں گے کہ تیل ایران کے راستے برآمد کیا جائے۔ اس وقت وسط ایشیاء کے تیل اور گیس کی بنیاد پر ایک طرف امریکہ اور مغربی ممالک اور دوسری طرف روس اور چین کے درمیان اقتصادی اور سیاسی اثر اور اجارہ داری کی جنگ جاری ہے۔ دنیا پر مکمل اقتصادی فوجی اور سیاسی تسلط کی خواہاں امریکی خارجہ پالیسی کا مقابلہ کرنے کے لیے چین اور روس نے گزشتہ جون میں وسط ایشیاء کی چار جمہوریتوں کو شنگھائی میں جمع کیا تھا اور نام اس اجتماع کا شنگھائی کی اقتصادی تنظیم کا دیا تھا۔ چین اور روس کی یہ کوشش ہے کہ وسط ایشیاء کے تیل اور گیس کی دولت پر امریکہ اور دوسرے مغربی ممالک کی پرچھائیاں نہ پڑیں اور اس دولت کی برآمد کے راستوں پر چین اور روس کی گرفت رہے۔ یہی وجہ ہے کہ امریکہ نے شنگھائی فائیو کے کامیاب ہونے سے قبل ہی افغانستان پر حملہ کردیا تاکہ روس اور چین وسط ایشیاء کے ذخائر کو نہ سمیٹ سکیں۔

امریکہ عراق کے تیل پر بھی قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ عراق میں ایک اندازے کے مطابق ۱۱۲، ارب بیرل تیل موجود ہے۔ عراق نے تیل بیچنے کے لیے اطالوی، فرانسیسی، روسی، لیبیائی، الجزائری اور بھارتی تیل کمپنیوں سے معاہدے کر رکھے ہیں۔ امریکہ کو ۱۱۲، ارب بیرل تیل عراق کے مختلف ملکوں کے ساتھ معاہدے ہضم نہیں ہو رہے ہیں۔ عراق کے

خلاف امریکہ کے خطرناک ارادے عراق کی طرف سے معائنہ کاروں کی ٹیم کے بغداد آنے اور اپنی تنصیبات کے معائنے کی کھلی دعوت کے باوجود امریکہ کی طرف سے اس پیشکش کو یہ کہہ کر ٹھکرایا جانا کہ ''یہ بھی عراق کی ایک چال ہے'' سے اندازہ ہوتا ہے کہ امریکہ لازمی جنگ چاہتا ہے تاکہ وہ عراقی تیل پر قبضے میں کامیاب ہو سکے، اس سلسلے میں دنیا کی بڑی تیل کمپنیاں امریکہ کا ساتھ دے رہی ہیں۔ اس کی تصدیق سابق امریکی صدر جمی کارٹر نے بھی کی ہے۔ تیل پر قبضے کی ایک جنگ سوڈان کے جنوب میں کھیلی جارہی ہے۔ سوڈان میں تیل کے ذخائر جنوبی علاقے میں واقع ہیں۔ یہاں قبل ازیں ایک منصوبے کے تحت غیرمحسوس انداز میں عیسائی لوگ آباد ہوئے، اس کے بعد انہوں نے اس علاقے پر خودمختار حکومت کرنے کے لیے سوڈان کی مرکزی حکومت سے جنگ شروع کردی، چونکہ سوڈان کو اپنا ۱۷ ارب ڈالر قرضہ چکانے کے لیے اس دولت کی اشد ضرورت ہے۔ اس لیے وہ یہاں موجود تیل کے ذخائر کو قومی خزانے میں شامل کر کے مصرف میں لانا چاہتا ہے۔ مغربی طاقتوں اور تیل کمپنیوں کی کوشش ہے کہ سوڈانی حکومت ان ذخائر کو استعمال میں نہ لا سکے تاکہ وہ محفوظ رہیں اور آئندہ ان کے کام آسکیں۔ چنانچہ یورپی تیل کمپنیاں جنوبی سوڈان کے باغیوں کی بڑھ چڑھ کر مدد کررہی ہیں اور وہ باغیوں کو اسلحہ خوراک اور ڈالر پہنچا رہی ہیں۔ اقوام متحدہ بھی کسی سے پیچھے نہیں وہ بھی بڑی طاقتوں کی سرپرستی کے ضمن میں باغیوں کو ہر سال ۷۰ ہزار ٹن گندم فراہم کرتا ہے۔ ناروے کی ایک امدادی ایجنسی امریکہ کے تعاون سے باغیوں کے لیے طیارے کی مدد سے خوراک گراتی ہے۔ اس کے ساتھ دیگر جنگی معلومات بھی فراہم کرتی ہے۔ کینیا ان باغیوں کو اسلحہ فراہم کرتا ہے۔ ان حالات نے سوڈان کو شدید مشکلات کا شکار کردیا ہے اور وہ عدم استحکام میں دن بدن آگے بڑھتا جارہا ہے۔ سوڈان کی یہ کشمکش نئی نہیں بہت پرانی ہے اور قریباً بیس سال سے جاری ہے۔ عرب ممالک نے اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے بہت کوشش کی مگر کامیابی نہ ہوسکی۔ سوڈانی حکومت نے جنوبی باغیوں کو ملک کے نائب صدر کا عہدہ پیش کیا مگر وہ اس پر راضی نہیں ہوئے اور انہوں نے بیرونی طاقتوں کی شہ پر جنوبی علاقے کی مکمل خودمختاری کا مطالبہ جاری رکھا۔ اس ساری تفصیل سے آپ کو کہانی کا رخ معلوم ہوسکتا ہے کہ کس طرح کفار ایک مسلم ملک کو خانہ جنگی کی آگ میں دھکیل کر اسے اپنے ہی قدرتی ذخائر سے محروم کئے ہوئے ہیں۔

چاڈ سوڈان کا ہمسایہ ملک ہے۔ ۱۹۰۰ء میں اس ملک پر فرانس نے قبضہ کیا۔ ۱۹۶۰ء میں چاڈ نے آزادی حاصل کی، یہ مصر سے بھی بڑا ملک ہے اور اس کی آبادی قریباً ۸۷ لاکھ ہے۔ یہاں بھی عیسائی آباد ہیں مگر مسلمان اکثریت میں ہیں۔ ۱۹۷۴ء میں چاڈ کی سرزمین میں تیل کی دولت کا انکشاف ہوا اور ''دوبا'' کے مقام پر پہلا کنواں کھودا گیا مگر اس کے چند ہی ماہ بعد ملک خانہ جنگیوں اور بغاوتوں کی لپیٹ میں آگیا۔ فرانس اور دیگر عالمی قوتیں ان خانہ

جنگیوں کو شہ دیتی رہیں تاکہ امن قائم نہ ہو سکے اور ان کی مرضی کے بغیر چاڈ تیل و دیگر قیمتی معدنیات سے مستفید نہ ہو سکے۔ اب چونکہ مغربی ممالک خلیج کے علاوہ دیگر مقامات سے تیل حاصل کرنے کے متمنی ہیں۔ اس لیے یہ تیل ۱۰۷۰ کلومیٹر لمبی پائپ لائن کے ذریعے کیمرون کے ساحل اوقیانوس پر بھیجا جائے گا۔ جہاں سے آگے یورپی ممالک اور امریکہ وغیرہ کو تیل بآسانی پہنچایا جا سکے گا۔ دوبا کے تیل چشموں سے قریباً اڑھائی لاکھ بیرل تیل سالانہ نکالا جا سکے گا۔ تیل کی پیداوار آگے بڑھانے کے لیے عالمی بینک نے اپنی کڑی شرائط کے ساتھ چاڈ کو ۳۰ کروڑ ڈالر دیئے ہیں۔ عالمی بینک نے جو شرائط رکھی ہیں۔ ان کے مطابق تیل کی پچانوے فیصد آمدنی تیل کمپنیوں کی مرضی سے خرچ کی جا سکے گی، یہ تمام آمدنی ایک سمندر پار بینک میں جمع ہوگی۔ اس کے استعمال کے لیے ایک کمیٹی بنائی جائے گی۔ اس کمیٹی کے ممبران کے دستخطوں سے چیک کیش ہو سکیں گے۔ پھر کہیں جا کر چاڈ کی حکومت اس آمدنی کو اپنے لیے استعمال کر سکے گی۔ ظاہر ہے ایسی شرائط کو عقل سے کورا آدمی بھی قبول نہیں کر سکتا مگر عالمی بینک، تیل کی کمپنیوں اور بعض بڑے ممالک نے یہ شرائط چاڈ کی حکومت سے منوالی ہیں۔ ان شرائط میں چاڈ کی حکومت کا مفاد کہیں بھی نظر نہیں آتا۔ استعماریت کی یہ ایک نئی شکل ہے۔ کچھ ایسی ہی صورت حال چاڈ کے ہم سایہ ملک نائیجیریا کی ہے۔ نائیجیریا تیل کی دولت سے مالا مال ملک ہے۔ جہاں روزانہ کئی ہزار بیرل تیل نکالا جاتا ہے، ملک کو اس تیل سے سالانہ بارہ ارب ڈالر کی آمدنی ہوتی ہے۔ لیکن نہ صرف یہ کہ دس کروڑ نائیجیرین انتہائی غربت کی یہاں بھی وہی کہانی ہے کہ تیل کمپنیاں نائیجیریا کا تیل دھڑا دھڑ نکال کر لے جا رہی ہیں۔ عوام کو اس تیل پر کسی قسم کا حق نہیں دیا جا رہا، اس کی آمدنی ملک کے خزانے میں جانے کے بعد بجائے اس کے کہ عوامی بہبود پر خرچ ہو۔ حکمرانوں کی عیش و عشرت پر خرچ ہوتی ہے۔ حکمران چونکہ عوام کے خادم نہیں بلکہ ملٹی نیشنل کمپنیوں اور عالمی طاقتوں کے نمائندے ہیں، اس لیے انہیں کوئی پوچھنے والا نہیں۔

قارئین محترم! اس پوری کہانی کو بیان کرنے کا مقصد محض داستان طرازی نہیں بلکہ یہ بتانا مقصود ہے کہ عالمی ڈاکو کس طرح مسلم ممالک کے خزانے نوچ کھسوٹ کر لے جا رہے ہیں اور ہم ہیں کہ امریکہ، برطانیہ، فرانس اور جرمنی کی پھیلائی جنگوں کی اصل تہہ تک بھی نہیں پہنچ پاتے۔ تیل پر تیلیوں کی جنگ ہو رہی ہے اور غریب، نادار، فاقہ کش، بے گناہ عوام ان جنگوں کا ایندھن بن رہے ہیں۔ امت مسلمہ کو اپنے خلاف ہونے والی سازشوں کا ادراک کر کے متحد ہونا چاہیے تاکہ بیرونی یورشوں کا بھرپور مقابلہ کیا جا سکے۔ یہ اتحاد مسلم عوام کا ہو نہ کہ مسلم حکمرانوں کا اس لیے کہ وہ تو کفار کے کٹھ پتلی ہیں اور انہی کے اشاروں پر ناچتے ہیں۔ اس لیے ان سے کسی کار خیر کی توقع عبث ہے۔ اتحاد کا واحد نکتہ کلمہ لا الہ الا اللہ ہے...... اگر یہ انقلابی کلمہ کسی کی سمجھ میں آ جائے تو۔